جناب احمد حسن صاحب

خبرِ واحد کی شرعی حیثیت

خبر متواتر سے متعلق اپنے ایک سابق مقالہ (۱) میں ہم نفس خبر کی تعریف کے بارے میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ یہاں خبر سے ہماری مراد حدیث ہے۔ اس مقالہ میں ہم خبر واحد کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ محدثین نے اصولِ حدیث کی کتابوں میں ان موضوعات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ لیکن علماء اصول اور محدثین کے درمیان کہیں کہیں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں ہم خبر واحد سے متعلق علماء اصول کا نقطۂ نظر پیش کریں گے۔ خبر مشہور اور حدیث مرسل بھی خبر واحد میں ہی شامل ہیں اس لیے ضمناً ان پر بھی بحث کرنا ضروری ہے۔

خبر میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے علماء اصول نے اس کی تین قسمیں کی ہیں۔ ایسی خبر جس کا صادق ہونا ظنی ہو۔ جس خبر کا صادق ہونا یقینی ہو۔ اس کی سات قسمیں ہیں۔ اوّل ایسی خبر جس کی صداقت تسلیم کرنے پر انسان مجبور ہو۔ اصطلاح میں اس کو بالضرورۃ کہتے ہیں۔ جیسے ایک دو کا نصف ہے۔ یا جس کی صداقت استدلال سے ثابت ہو۔ جیسے عالم حادث ہے۔ دوم وہ خبر جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ سوم وہ خبر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو اور صحیح روایت سے ثابت ہو۔ چہارم وہ خبر جس کی صداقت پر پوری امت متفق ہو یعنی جس پر اجماع امت ہو۔ پنجم وہ خبر جو ایک جم غفیر اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد میں سے ہر شخص اپنے حالات، قلبی کیفیات اور صفات کے بارے میں دے۔ یعنی ایک بہت بڑے گروہ میں سے لوگ اپنی شہوت نفرت اور بھوک پیاس کے بارے میں بیان کریں۔ مثلاً زید کہے کہ میں بھوکا ہوں۔ عمرو کہے کہ میں پیاسا ہوں وغیرہ اتنی بڑی تعداد کو نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ تاہم یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کون سچ بول رہا ہے اور کون جھوٹ۔ اس کو تواترِ معنوی کہتے ہیں۔ یعنی اس خبر میں صداقت یقینی ہے۔ تاہم اس کا تعین نہیں کیا جا سکا۔ ششم وہ خبر جس کی تصدیق قرائن سے ہوتی ہے۔ ہفتم خبر متواتر۔

خبر کی دوسری قسم وہ ہے جس کا کاذب ہونا یقینی ہو۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ہر شخص اس خبر کو جھوٹ ماننے پر مجبور ہو یعنی بالضرورۃ وہ کاذب ہو۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ آگ ٹھنڈی ہوتی ہے یا متناقض امور جمع ہو سکتے ہیں۔ یا استدلال سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہے جیسے فلاسفہ کا یہ نظریہ کہ عالم قدیم ہے۔ حالانکہ حدوث عالم قرآن سے ثابت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس واقعہ کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے اس

کے ناقلین ایک یا دو آدمی ہوں ۔ حالانکہ وہ واقعہ ایسا عجیب و غریب ہے کہ اس کے ناقلین تو کثرت سے ہونے چاہیے تھے ۔ مثلاً جمعہ کی نماز میں خطبہ کے وقت خطیب مسجد میں منبر سے گر پڑا۔ لیکن اس واقعہ کو صرف ایک یا دو آدمی نقل کریں ۔ حالانکہ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز میں اس واقعہ کو دیکھنے والے کثرت سے ہوں گے ۔ یا کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ مدینہ کے درمیان راستہ میں ان دونوں شہروں سے کوئی بڑا شہر بھی موجود ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ بات کثرت سے لوگ نقل کرتے اور وہاں جانے والے اور اس کو دیکھنے والے کثرت سے موجود ہوتے ۔ اس لیے اس خبر کا جھوٹ ہونا یقینی ہوگا ۔ یا اس خبر کا تعلق اصولِ دین سے ہو ۔ مثلاً کوئی شخص چھ یا سات وقت کی نماز فرض بتلائے یا ایسی ہی کوئی خبر دے جو اصول دین اور متفق علیہ چیزوں کے خلاف ہو۔ اس میں وہ تمام موضوع احادیث بھی شامل ہیں جن کے موضوع ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے ۔

خبر کی تیسری قسم وہ ہے جس کی صداقت ظنی ہو ۔ یعنی جس کا سچا یا جھوٹا ہونا یقینی نہ ہو ۔ خبر واحد اسی نوع سے تعلق رکھتی ہے ۔

۲ ۔ اصولِ فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں خبر واحد کی متعدد تعریفات دی ہوئی ہیں ۔ یہاں ہم چند مشہور اور اہم تعریفیں نقل کرتے ہیں ۔

امام شافعیؒ خبر واحد کو خبر الخاصہ کہتے ہیں۔ انہوں نے اس کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے ۔

خبر الواحد عن الواحد حتیٰ ینتھی بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم او الی من انتھی بہ الیہ دونہ۔

۳ ۔ خبر الخاصہ ایسی خبر کو کہتے ہیں کہ کسی واقعہ کو ایک شخص دوسرے سے روایت کرے ، یہاں تک کہ یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ، یا آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص تک ۔

خبر الواحد ما نقلہ واحد عن واحد او واحد عن جماعۃ او جماعۃ عن واحد ولا عبرۃ للعدد اذا لم یبلغ حد المشھور ۔

۴ ۔ خبر واحد وہ ہے جس کو ایک راوی دوسرے ایک راوی سے نقل کرے ۔ یا ایک راوی جماعت سے یا راویوں کی ایک جماعت راوی سے روایت کرے ۔ اور جب تک راویوں کی تعداد کا اعتبار نہیں ۔

خبر الواحد العدل حجۃ للعمل بہ فی امر الدین ولا یثبت بہ علم الیقین ۔

۵ ایک عادل شخص کا کسی واقعہ کے بارے میں خبر دینا دینی امور میں عمل کرنے کے لیے حجت ہے لیکن اس سے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا ۔

اس کی شرح میں انہوں نے کہا ہے کہ خبر واحد کا ایسی خبر سے تعلق ہے جس کے جھوٹ یا سچ ہونے کا یقینی علم نہ ہو۔ اس کی تین صورتیں ہیں ۔ سچ ہونے کا احتمال راجح ہو۔ جیسے کسی عادل شخص کی خبر۔ جھوٹ

ہونے کا احتمال راجح ہو۔ جیسے کسی فاسق کی خبر۔ سچ اور جھوٹ ہونے میں کسی کو ترجیح نہ ہو۔ دونوں مساوی ہوں، جیسے مجہول کی خبر۔ اس تعریف میں ایک عادل شخص کی خبر کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور لفظ عادل سے فاسق اور مجہول کی خبر خارج ہوگئی۔ کیونکہ عادل کی خبر میں سچائی کے گمان کو ترجیح حاصل ہے۔ لفظ واحد سے خبر متواتر خارج ہو جاتی ہے۔ علماء اصول کی اصطلاح میں خبر واحد وہ ہے جو متواتر نہ ہو۔

۶۔ اکثر فقہاء کے نزدیک خبر مشہور بھی خبر واحد میں داخل ہے۔ لیکن احناف نے خبر مستفیض یا مشہور کو خبر واحد سے علیحدہ کر دیا ہے۔ خبر مشہور اور مستفیض پر ہم مستقل طور پر علیحدہ بحث کریں گے۔

اصولِ فقہ کی طرح اصول حدیث میں بھی ہمیں خبر واحد پر مفصل بحث ملتی ہے محدثین نے خبر کو دو بڑی قسموں میں بانٹا ہے۔

خبر متواتر اور خبر واحد۔ پھر خبر واحد کو تین ذیلی قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ مشہور، عزیز اور غریب۔ ان تینوں پر خبر واحد کا اطلاق ہوتا ہے۔ خبر واحد کی مندرجہ ذیل تعریف کی گئی ہے

وخبر الواحد فی اللغۃ ما یرویہ شخص واحد، وفی الاصطلاح مالم یجمع شروط التواتر۔

۷ لغت میں خبر واحد اس خبر کو کہتے ہیں جس کو ایک شخص روایت کرے اصطلاح میں اُس کو کہتے ہیں جس میں تواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں، یعنی کثیر تعداد نہ ہو، جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہو، ابتداء اور انتہاء میں راویوں کی تعداد یکساں نہ ہو، اور واقعہ حسی نہ ہو۔

مشہور اس خبر کو کہتے ہیں جسے دو راوی روایت کریں عزیز وہ ہے جس کو دو یا تین راوی روایت کریں اور غریب وہ ہے جس کو ایک شخص روایت کرے۔ اس کو فرد بھی کہتے ہیں۔

۸ یہ اصطلاحیں اصولِ فقہ میں مستعمل نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ خبر واحد ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو دورِ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں ایک ہی راوی روایت کرے۔ یا اتنے راوی روایت کریں جن کی تعداد خبر مشہور یا متواتر تک نہ پہنچی ہو۔ اس خبر کو راویوں سے نقل میں کذب، سہو اور غلطی کا امکان ہو۔ خبر واحد کا راوی عادل ہونا چاہیے، کیونکہ فاسق کی خبر قابل قبول نہیں۔

خبر واحد کیونکہ ظنی ہے اور اس میں جھوٹ کا امکان ہوتا ہے اس لیے بعض لوگوں نے اس کی حجیت سے انکار کیا ہے۔ ان کے اس انکار کے ردِ عمل کے طور پر اصول فقہ کی کتابوں میں خبر واحد کی حجیت پر کثرت سے دلائل دیئے گئے ہیں۔ ذیل میں ہم خبر واحد کے موافق اور مخالف دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

شارع نے خبر واحد پر عمل واجب قرار دیا ہے اس کو اصطلاح میں تعبّد کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے جمہور فقہاء اور علماء اصول کا نظریہ یہ ہے کہ خبر واحد - - - - - - پر شارع کی طرف سے عمل کا واجب ہونا عقلاً محال ہے اور نہ واجب لیکن سمعاً یعنی قرآن وسنت و اجماع صحابہ سے اس کا وجوب ثابت ہے ایک گروہ کا خیال ہے کہ خبر واحد پر عمل کا حکم نہ عقلی طور پر ثابت ہے اور نہ سمعی طور پر دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ خبر واحد پر عمل کا واجب ہونا عقلاً تو ثابت ہے، لیکن سمعاً نہیں یہ محمد بن محمد قاشانی (متوفی ۱۹۰ھ) ابوبکر بن داؤد (متوفی ۲۰۶ھ) قدریہ اور روافض کا نظریہ ہے۔ ان کے خیال میں خبر واحد عادل پر عمل کرنا کتاب و سنت کی رو سے حرام ہے۔ معتزلہ میں سے جبائی کا خیال یہ ہے کہ دو شخصوں کی خبر پر عمل واجب ہے، ایک کی خبر پر عمل نہ عقلاً واجب ہے اور نہ سمعاً۔ احمد بن حنبل، قفال ابن سریج اور ابوالحسین بصری کی رائے یہ ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنا صرف عقلی طور پر ثابت ہے۔ اہل حدیث کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ خبر واحد پر نہ صرف عمل کرنا ضروری ہے بلکہ یہ مفید علم یقینی ہے۔

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر ایک شخص کسی واقعہ کی خبر دے اور آپ سکوت اختیار فرمائیں اور انکار نہ کریں تو کیا اس شخص کو یقینی طور پر سچا سمجھا جائے گا؟ ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ اس شخص کی بات کو قطعی طور سچا سمجھا جائے گا۔ لیکن آمدی نے اس پر اعتراضات کئے ہیں۔ اور بعض احتمالات کی بناء پر ان کے نزدیک اس شخص کی یہ خبر یقینی طور پر سچی نہیں سمجھی جائے گی۔ ظنی طور پر ہوسکتی ہے۔

اگر ایک شخص کسی محسوس واقعہ کے بارے میں کسی بہت بڑے مجمع کے سامنے خبر دے اور سب لوگ سکوت اختیار کریں اور اس کی تکذیب نہ کریں تو فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک یہ شخص سچا سمجھا جائے گا۔ لیکن آمدی نے اس نظریہ پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ اور کئی احتمالات کے پیش نظر اس شخص کی خبر کو ظنی طور پر صادق کہا ہے قطعی طور پر یہ سچی نہیں ہوسکتی۔

اگر ایک شخص کسی واقعہ کے بارے میں خبر دے اور اس کے مقتضی کے مطابق پوری اُمت کا بالاتفاق عمل ہو۔ تو معتزلہ میں سے ابو ہاشم اور ابو عبداللہ بصری کا خیال ہے کہ یہ قطعی طور پر صادق ہے، کیونکہ پوری امت باطل پر متفق نہیں ہوسکتی۔ لیکن آمدی اس کو بھی مظنون صداقت سمجھتے ہیں۔

کوئی واقعہ کسی بہت بڑے مجمع کے سامنے پیش آیا ہو، لیکن اس کا خبر دینے والا صرف ایک شخص ہو۔ تو تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ مثلاً خلیفہ وقت کو جمعہ کی نماز میں جامع مسجد میں قتل کیا گیا ہو۔ اور اس کا خبر دینے والا ایک شخص ہو۔ اور کوئی دوسرا آدمی اس کی خبر نہ دے، تو قطعی طور پر یہ خبر جھوٹی ہے۔

۱۰۔ خبر واحد کے مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ہم بعد میں نقل کریں گے۔ یہاں خبر واحد کی حجیت

کے دلائل نقل کرتے ہیں۔ علماء اصول نے قرآن مجید، سنت، آثار و تعامل صحابہ اجماع امت اور عقل کی بنیاد پر خبر واحد کو ثابت کرنے کے لیے دلائل دیئے ہیں۔ یہ دلائل بہت طویل اور مفصل ہیں۔ اس لیے ہم ان کا خلاصہ پیش کریں گے۔

امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ میں خبر واحد کی حجیت پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں خبر واحد کے مخالفین موجود تھے۔ اور وہ اس کے خلاف دلائل پیش کر رہے تھے۔ جن کو امام شافعیؒ نے جواب دیئے ہیں۔ بعثت انبیاء سے متعلق مندرجہ ذیل آیات پیش کی ہیں۔

انا ارسلنا نوحا الی قومہ (نوح - ۱) بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔

واوحینا الی ابراھیم و اسمعیل (نساء - ۱۶۳) اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کی جانب وحی بھیجی تھی۔

والی ثمود اخاھم صالحا (ھود - ۶۰) اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

والی مدین اخاھم شعیبا (ھود - ۸۳) اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ (نساء - ۱۶۳)

اے نبی ہم نے آپ کی طرف ایسی ہی وحی بھیجی ہے جیسی وحی ہم نے نوحؑ اور نوحؑ کے بعد آنیوالے پیغمبروں کی طرف بھیجی ہے

وما محمد الا رسول، قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران - ۱۴۴)

ان آیات کو بیان کر کے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ایک ایک کر کے اپنا پیغام دے کر اپنے بندوں کی طرف بھیجا۔ ان انبیاء کو ان لوگوں پر جن کی طرف انہیں مبعوث کیا گیا تھا، اپنی امتیازی صفات کے سبب برتری حاصل تھی۔ اور اس برتری کے سبب وہ ان پر دلیل و حجت قائم کر سکے۔ یہ ان لوگوں کے لیے حجت و دلیل لے کر آئے۔ جنہوں نے ان کی سیرت و اعمال کا مشاہدہ کیا، اور ان کے دلائل کو جانچا اور پرکھا اور ان کی ان صفات کا جائزہ لیا جن سے وہ دوسروں سے ممتاز تھے۔

انبیاء اپنی امتیازی صفات میں برابر تھے، خواہ وہ اکیلے اکیلے مبعوث ہوئے یا ایک سے زیادہ تعداد میں مل کر آئے۔ ان کی وحدت اور کثرت کے درمیان اس معاملہ میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جیسے ان کی کثرت لوگوں کے لیے حجت تھی، ایسے ہی وحدت بھی حجت تھی۔ بلاشبہ قرآن مجید کی بعض آیات میں دو یا دو سے زیادہ نبیوں کی بعثت کا بھی ذکر ہے۔ لیکن یہ محض تاکید کے لیے ہے۔ تاکید کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایک نبی اپنی خصوصی صفات

کے سبب لوگوں پر حجت نہیں ہوسکتا بلکہ انبیاء کی کثیر تعداد ہی حجت ہوسکتی ہے ۔

۱۱ - امام سرخسی نے مندرجہ ذیل آیات پیش کی ہیں ۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون (بقرۃ - ۱۵۹)

بیشک جو لوگ ان مضامین کو چھپاتے ہیں جو صاف اور صریح ہیں اور راستہ دکھانے والے ہیں - جن کو ہم نے نازل کیا ہے ، بعد اس کے کہ ہم ان مضامین کو کتاب میں لوگوں کے لیے خوب کھول کر بیان بھی کر چکے ہیں تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے ، اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں ۔

واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا - فبئس ما یشترون (آل عمران - ۱۸۶)

اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں ، پھر اہل کتاب نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا ، اور اس کتاب کے بدلے میں بہت ہی معمولی قیمت حاصل کر لی ، سو کیا ہی بری ہے وہ چیز جو یہ حاصل کر رہے ہیں

ان دونوں آیتوں میں پوری جماعت کو حکم ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات اور اس کے احکام کو نہ چھپائیں ، اور ان کو یہ حکم ہے کہ خدا کے حکم کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اور اس کو ان تک پہنچائیں - امام سرخسی کہتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جماعت میں افراد بھی شامل ہیں ۔ اور یہ حکم جماعت کو ہے اور جماعت کے ہر ہر فرد کے لیے بھی ہے لہٰذا ہر شخص پر واجب ہے کہ اگر اس کو ایک شخص بھی خدا کا حکم پہنچائے ، بشرطیکہ وہ ثقہ اور عادل ہو ، جیسا کہ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے - تو اس کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (توبہ - ۱۲۲)

سو ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک مختصر جماعت نکلا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے رہیں - اور تاکہ جب یہ مجاہدین ان کی طرف واپس آئیں تو یہ دین کی فہم حاصل کرنے والے ان کو خدا کے احکام سنا کر ڈرائیں ، تاکہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں ۔

عربی زبان میں لفظ فرقہ کا اطلاق تین یا تین سے زیادہ پر ہوتا ہے - اور لفظ طائفہ کا اطلاق ایک

یا دو پر ہوتا ہے ۔ متقدمین کے درمیان لفظ طائفہ کی تفسیر کی اختلاف ہے محمد بن کعب کہتے ہیں کہ اس کا اطلاق ایک پر ہوتا ہے ۔ عطاء نے کہا ہے کہ اس کا اطلاق دو پر ہوتا ہے ۔ زہری کے نزدیک تین پر اور حسن بصری کے نزدیک دس پر ۔ لیکن صحیح بات وہ ہے جو محمد بن کعب نے کہی ہے کہ اس کا اطلاق ایک پر ہوتا ہے ۔ اس کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

ولیشھد عذابھما طائفۃ (نور - ۲) اور ان دونوں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیئے ۔

اس آیت میں طائفہ سے مراد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور ایک سے زائد اشخاص بھی ۔ اسی طرح دوسری آیت ہے ۔

وان طائفتٰن من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (حجرات - ۹)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرا دو ۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عہد رسالت میں دو شخص آپس میں لڑ پڑے تھے ۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی ۔ یہاں دو شخصوں کو طائفہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اگر یہ خطاب جماعت سے بھی ہو تب بھی اس میں افراد داخل ہیں ۔ جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لیے بھیجتے تھے ۔ خواہ وہ جماعت کی شکل میں ہوتے یا افراد ، وہ تبلیغ احکام میں آپ کی طرح سے نائب ہوتے ۔ اس لیے ایک شخص جو عادل ہو ۔ یا ثقہ ہو اور احکام الٰہی سے پورے طور پر واقف ہو اس کی تبلیغ احکام دوسروں پر حجت ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجوب تبلیغ احکام سامع کے لیے قبول کرنے کو مستلزم ہے ۔ کیونکہ آخری جملہ لعلھم یحذرون اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آدمی اس کو سن کر ماننے اور اس پر عمل کرے ۔

۱۲ ۔ عبدالعزیز بخاری نے خبر واحد کی حجیت میں مندرجہ ذیل آیات پیش کی ہیں ۔

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل - ۴۳)

اگر تم لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے تو یاد رکھنے والوں سے پوچھ لو ۔

اس آیت میں اہل علم سے ان احکام کے بارے میں دریافت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن کا علم نہ ہو یہاں مجتہد اور غیر مجتہد کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی ۔ اگر کوئی مجتہد غیر مجتہد سے دینی احکام سے متعلق کوئی بات دریافت کرتا ہے تو اس کا مطلب فتویٰ لینا نہیں ہوتا ۔ بلکہ کوئی حدیث ہی معلوم کرنا مقصود ہو سکتا ہے ، جو دوسرے شخص نے سنی ہو ۔ اگر اس مجتہد کو کسی نے کوئی ایسی حدیث بتائی جس کا اسے علم نہ تھا ۔ تو اس پر اس حدیث کا قبول کرنا ضروری ہوگا ۔ کیونکہ اگر اس کا قبول کرنا واجب نہ ہوتا ۔ تو سوال

کرنا بھی واجب نہ ہوتا ۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للّٰہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین (نساء ۱۳۵)

اے ایمان والو انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے رہو، یہ شہادت اگرچہ خود تمہارے حق میں تمہارے والدین یا قرابت داروں کے حق میں مضر ہی کیوں نہ ہو۔

اس آیت میں انصاف کرنے اور اللہ کے لیے شہادت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنے اور اس کو دوسرے سے بیان کرے، تو وہ بھی انصاف کرتا ہے اور اللہ کے لیے گواہی دیتا ہے ۔ کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اس پر واجب ہے ۔ اور یہ اسی صورت میں اس پر واجب ہوگا۔ جب اسی حدیث کا قبول کرنا بھی واجب ہو۔ ورنہ وجوب اور عدم وجوب شہادت میں کوئی تمیز نہ ہوگی ۔

یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین (حجرات ـ ۶)

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس خبر کی خوب چھان بین کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کچھ لوگوں کو اپنی لاعلمی کے سبب کوئی ضرر پہنچادو، پھر تم اپنے کیے پر نادم ہو۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرنا ضروری ہے ۔ اس کے بعد اس کو قبول کریں ۔ یہاں تحقیق کرنا حکم ہے اور فاسق کا خبر دینا علت ہے ۔ اور خبر میں خبر کی تمام اقسام شامل ہیں ۔ یعنی متواتر، مشہور اور خبر واحد ۔ اگر خبر واحد کو ہم اس سے خارج کر دیں اور یہ سمجھیں کہ تحقیق کے بعد بھی خبر واحد کو قبول نہیں کیا جائے گا، تو اس علت کے بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ وصف لازم کی علیت وصف عارض کی علیت سے مانع ہے ۔ یعنی علت وصف لازم کو سمجھا جائے گا وصف عارض کو نہیں سمجھا جائے گا ۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ مردہ شخص اس لیے نہیں لکھ سکتا کہ اس کے پاس قلم دوات نہیں ہوتے اس تعلیل پر لوگ کہنے والے کو احمق سمجھیں گے ۔ کیونکہ موت وصف لازم ہے اور قلم دوات کا موجود نہ ہونا وصف عارض ہے ۔ اس لیے علت وصف لازم یعنی موت کو بنایا جائے گا ۔ نہ کہ قلم دوات کی عدم موجودگی کو اسی طرح اس آیت میں فاسق کا خبر دینا وصف لازم ہے اور خبر واحد وصف عارض ہے ۔ اس لیے خبر واحد کو یہاں مانع نہیں سمجھا جائے گا ۔ بلکہ مخبر کا فاسق ہونا مانع ہوگا ۔ اس لیے اس آیت سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہو جائے کہ خبر سچی ہے تو اس کو قبول کرنا لازم ہے ۔ چاہے وہ فرد واحد کی ہی لائی ہوئی کیوں نہ ہو ۔

مخالفین نے ان آیات سے استدلال پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ اور علماء اصول نے ان کے جوابات بھی دیے ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔

خبر واحد کی حجیت کو ثابت کرنے کے لیے علماء اصول نے احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ ذیل میں ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں۔ جو امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال، نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ، ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس بندہ کو سرسبز و شاداب رکھے جو میری بات سنے، پھر اس کو یاد کرے اور اس کو یاد رکھے اور اس کو دوسروں تک پہنچا دے۔ کیونکہ بہت سے شرعی احکام کا علم رکھنے والے خود سمجھدار اور صاحب فہم نہیں ہوتے، اور بہت سے لوگ جن کو احکام پہنچائے جاتے ہیں وہ ان سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔ جو ان کو وہ احکام پہنچاتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو خواہ وہ خبر واحد ہی ہو۔ اپنی بات سننے، اس کو یاد کرنے اور پھر دوسروں تک اس کو پہنچانے کی ترغیب دی ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی طرف سے دوسروں تک صرف وہی بات پہنچائی جائے تو ان کے لیے حجت اور دلیل ہو۔ ظاہر ہے کہ آپ کی طرف سے صرف وہی بات پہنچائی جائے گی جو حلال ہو تاکہ اس پر عمل کیا جائے جو حرام ہو کہ اس سے بچا جائے۔ کوئی حد ہو کہ اس کو جاری کیا جائے۔ مال کے بارے میں کوئی حکم ہو کہ اس کو لیا جائے یا دیا جائے۔ یا دین و دنیا کے بارے میں کوئی خیر خواہی کی بات ہو۔ اس حدیث سے ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایسے شخص کو بھی دوسروں کو شرعی احکام پہنچانے کی اجازت ہے۔ جس کا حافظہ اچھا ہو۔ چاہے وہ خود فقیہ نہ ہو۔ یعنی شرعی احکام میں فہم و بصیرت نہ رکھتا ہو۔ اور ہو سکتا ہے، جس کو وہ بات پہنچا رہا ہے۔ وہ اس سے زیادہ سمجھدار ہو۔

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا۔ اس پر وہ بہت فکرمند ہوئے اور اپنی بیوی کو اس کے بارے میں حکم دریافت کرنے بھیجا۔ وہ ام سلمہ کے پاس آئیں، اور ام سلمہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ روزہ کی حالت میں بھی اپنی ازواج کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاوند کو یہ سب بات بتائی۔ لیکن وہ اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور یہ کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کیلیے

جو چاہے حلال کر دے ۔ وہ خاتون دوبارہ حضرت ام سلمہ کے پاس آئیں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے ۔ آپ کے دریافت کرنے پر حضرت ام سلمہ نے سارا واقعہ بیان کر دیا ۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہیں بتایا کہ میں بھی ایسا کرتا ہوں ۔ حضرت ام سلمہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ سب بتا دیا تھا ۔ لیکن وہ مطمئن نہیں ہوئے اس کے بعد حضرت ام سلمہ نے اس کے خاوند کی وہ بات دہرادی ۔ آپ اس کی یہ بات سن کر ناراض ہوئے ۔ اور یہ فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا ہوں ۔ اور اس کے احکام کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں ۔ اس حدیث کو نقل کر کے امام شافعیؒ فرماتے ہیں ۔ کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے یہ فرمایا کہ کیا تم نے اس کو یہ نہیں بتایا کہ میں بھی ایسا کرتا ہوں ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ام سلمہ کا اس خاتون سے یہ حدیث بیان کرنا اس کے لیے حجت تھا ۔ اور اس کا قبول کرنا اس پر لازم تھا ۔ اسی طرح اس کے خاوند پر بھی لازم تھا کہ جو حدیث اس کی بیوی نے حضرت ام سلمہ سے سنی تھی اس کو مان لیتا ، اگر وہ سچی تھی ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز قباء کی مسجد میں صحابہ کرام فجر کی نماز ادا کر رہے تھے ۔ اتنے میں ایک آنے والا آیا اور اس نے یہ کہا کہ گزشتہ رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تحویل قبلہ کے بارے میں قرآن مجید میں حکم نازل ہو چکا ہے ۔ اور آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں ۔ اس وقت وہ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے ۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے چہرے کعبہ کی طرف پھیر لیے ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قباء کے رہنے والے صحابہ کا تعلق ان لوگوں سے تھا جو شروع میں ہی اسلام لے آئے تھے ۔ اور شرعی احکام میں انہیں فہم و بصیرت حاصل تھی ۔ شروع سے ہی وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جو خدا نے ان پر فرض کیا تھا ۔ انہوں نے اس فرض شدہ حکم کو ایسی خبر سن کر چھوڑ دیا جو ان کے لیے حجت تھی ۔ حالانکہ وہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور نہ ہی تحویل قبلہ کے بارے میں انہوں نے کوئی آیات سنیں ۔ اور نہ ہی ان کو کثیر تعداد میں لوگوں نے یہ خبر سنائی بلکہ ان کو ایک صادق و ثقہ شخص نے یہ خبر دی ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے ۔ انہوں نے اس کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیا ۔ اگر خبر واحد کا قبول کرنا ان کے لیے جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ فرماتے کہ جس قبلہ کی تم اتباع کر رہے تھے ۔ اس کو تمہیں مجھ سے حکم سن کر ہی چھوڑنا چاہیے تھا ۔ یا عام لوگ خبر دیتے ، یا ایک سے زائد لوگ خبر دیتے کہ میں نے ایسا حکم دیا ہے ۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا ۔

اس کے بعد امام شافعیؒ نے ایک صحابی کے حرمت شراب کے بارے میں اعلان اور صحابہؓ

کرام کے شراب کے مٹکے توڑنے، ایک صحابی کو ایک زانیہ عورت کو اعترافِ زنا کی صورت میں رجم کرنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجنے، مختلف ممالک کے بارہ حکمرانوں کے پاس ایک ایک صحابی کے ذریعہ دعوت اسلام کے خطوط بھیجنے، اور اپنے گورنروں کو شرعی احکام سے مطلع کرنے کے لیے ایک صحابی کو بھیجنے یا خطوط روانہ کرتے سے متعلق احادیث نقل کی ہیں۔ اور ان سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر راوی ثقہ و صادق ہو، چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو، تو اس کی خبر قابلِ قبول ہے۔

۱۴۔ آمدی نے کتاب وسنت سے خبر واحد کی حجیت ثابت کرنے پر اعتراضات کیے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس مسئلہ میں استدلال کا قریب ترین راستہ اجماع صحابہ ہے۔ امام شافعیؒ نے بھی تعامل صحابہ اور اجماع سے خبر واحد کی حجیت کو ثابت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے سامنے دادی کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا۔ آپ کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو یہ بتایا کہ آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ اس خبر کی تائید محمد بن مسلمہ نے بھی کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے اس خبر کو قبول کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مجوس کے جزیہ لینے کے بارے میں کسی حدیث کا علم نہیں تھا۔ لیکن جب عبدالرحمٰن بن عوف نے انہیں یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ بھی اہلِ کتاب جیسا سلوک کرو۔ تو انہوں نے اس حدیث کو قبول کر کے مجوس سے جزیہ وصول کیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے حمل بن مالک کی روایت کو جنین کی دیت کے بارے میں تسلیم کر لیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی دو بیویاں آپس میں لڑ پڑیں ایک نے دوسری کو بیلن پھینک کر مارا۔ ان میں سے ایک حاملہ تھی بیلن کی ضرب سے اس کا اسقاط ہو گیا۔ اور بچہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ایک غُرّہ یعنی پانچ سو درہم یا دیت کا بیسواں حصہ دلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر ہم یہ حدیث نہ سنتے تو اس کے خلاف فیصلہ کرتے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں ہم تو اپنی رائے سے ہی فیصلہ کرنے والے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خاوند کی دیت میں سے اس کی بیوی کو حصہ دینے کے قائل نہیں تھے لیکن ضحاک بن سفیان نے انہیں یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیم الضبابی کی دیت میں سے اس کی بیوی کو حصہ دلوایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، یہ سمجھتے تھے کہ انگلیوں کی نصف دیت ہے

اور انگلیوں کے درمیان فرق کرتے تھے۔ لیکن عمرو بن حزم نے انہیں یہ بتایا کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔

حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کو پہلے یہ علم نہیں تھا کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اس کو اس کے خاوند کے گھر میں عدت گزارنا چاہیے۔ لیکن فریعہ بنت مالک نے انہیں یہ بتایا کہ خود ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے خاوند کے گھر میں عدت گزارنے کے لیے حکم فرمایا تھا۔ ان کے خاوند کے پاس اپنا ذاتی کوئی مکان نہیں تھا۔ اس لیے وہ اپنے گھر والوں کے پاس جا کر عدت گزارنا چاہتی تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ:

امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنی عدت پوری ہونے تک تم اپنے گھر میں ہی ٹھہری رہو

حضرت عبداللہ بن عباس سوائے ربا النسیئہ کے دوسری چیزوں میں ربا کے قائل نہیں تھے لیکن ابوسعید خدری نے جب ان کو یہ بتایا کہ اگر اشیاء کا تبادلہ یا بیع ہاتھ کے ہاتھ ہو۔ اور اس میں ربا الفضل ہو تو یہ بھی ربا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم چالیس سال مزارعت پر عمل پیرا رہے۔ لیکن رافع بن خدیج نے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے تو ہم نے اس کو ترک کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت صحابہ کرام کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ انبیاء کو کہاں دفن کیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے یہ حدیث بیان کی کہ انبیاء جس جگہ وفات پاتے ہیں وہاں ان کو دفن بھی کیا جاتا ہے۔

اس قسم کی بے شمار روایتیں صحابہ سے مروی ہیں۔ جن سے خبر واحد کی حجیت ثابت ہوتی ہے ان پر مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ سب اخبار آحاد ہیں۔ خبر واحد کی حجیت خود خبر واحد سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ یہ تو دور ممتنع ہے۔ علماء اصول نے اس کا یہ جواب دیا کہ صحابہ کرام نے مجموعی طور پر ان کو قبول کر لیا تھا۔ ان کا ان احادیث پر عمل تھا۔ اور کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی۔ اس لیے ان احادیث کو اجماع صحابہ کی تائید حاصل ہے۔ ان کی حیثیت اخبار آحاد کی نہیں ہے۔

۱۵۔ امام شافعی نے تابعین کے اقوال سے بھی خبر واحد کی حجیت کو ثابت کیا ہے۔
۱۶۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم ان اقوال کو نظر انداز کرتے ہیں۔

اب ہم مخالفین کے اعتراضات اور علماء اصول کی طرف سے ان کے جوابات نقل کرتے ہیں

مخالفین اپنے مؤقف کی تائید میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں۔

ولا تقف ما لیس لك به علم (اسراء - ۳۶)

اے مخاطب جس بات کی تمہیں تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے نہ ہو لیا کرو۔

وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون (بقرہ - ۱۶۹)

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر بے جانے بوجھے بہتان نہ باندھو

وما شھدنا الا بما علمنا (یوسف - ۸۱)

ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ ہم بیان کرتے ہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ (حجرات - ۶)

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس خبر کی خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم کچھ لوگوں کو اپنی لاعلمی کے سبب کوئی ضرر پہنچا دو۔

یہ سب آئتیں واضح طور پر بتاتی ہیں کہ جب تک شرعی حکم کا یقینی علم نہ ہو اس وقت تک دوسرے کو نہیں بتانا چاہیے۔ امام غزالی نے ان کا جواب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال باطل ہے اول یہ کہ ان کا خبر واحد کا انکار کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔ بلکہ ان کا یہ موقف غلط بھی ہو سکتا ہے ان کا یہ فیصلہ بغیر کسی یقینی علم کے ہے۔ دوم یہ کہ خبر واحد پر عمل کرنا اجماع کی قطعی دلیل سے ثابت ہے سوم یہ کہ گواہ کو ایسی گواہی دینے سے منع کیا گیا ہے جس کو اس نے نہ دیکھا ہو اور نہ سنا ہو۔ اور کوئی ایسا فتویٰ نہ دے جو نہ سلف سے مروی ہو، اور نہ ہی اسے عادل راویوں نے نقل کیا ہو۔ چہارم یہ کہ اگر ان کی اس دلیل سے خبر واحد کو رد کیا جا سکتا ہے تو دو اور چار شخصوں کی گواہی کو بھی رد کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو اور قسم کے ساتھ جو فیصلہ کیا جاتا ہے اس کو بھی رد کیا جا سکتا ہے۔ یوں تو قرآن مجید کی نصوص سے جو حکم ثابت ہے اس میں جھوٹ کا امکان بتایا جا سکتا ہے اسی طرح خبر واحد میں بھی یہ امکان ہے۔ پنجم یہ کہ اگر ہر معاملہ یقین پر ہی مبنی ہو، تو خلفاء اور قاضیوں کا تقرر کرنا بھی حرام ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کا تقویٰ اور پرہیز گاری تو الگ رہے، ان کے ایمان کے بارے میں بھی ہمیں کوئی یقینی علم نہیں۔ اسی طرح کسی شخص کو نماز میں امام بھی نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ ہمیں اس کی جنابت اور حدث کے بارے میں کوئی قطعی علم نہیں۔ اس لیے کسی شخص کو اس کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے۔

۔ آمدی نے ان آیات سے استدلال کا جواب یہ دیا ہے کہ شریعت نے ہمیں مفتی کے فتویٰ اور گواہوں کی گواہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں جھوٹ اور غلطی کا احتمال موجود ہے۔

۱۸۔ مخالفین نے سنت سے بھی استدلال کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں سہو ہو گیا۔ اور آپ نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھی، سلام پھیر دیا۔ ایک صحابی نے جو "ذوالیدین" کے نام سے مشہور تھے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا نماز میں رکعتوں کی تعداد کم ہو گئی ہے، یا آپ بھول گئے ہیں۔ آپ نے ان کی بات کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اس کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیز جماعت میں شریک دوسرے مسلمانوں نے کی تو آپ نے نماز مکمل فرمائی، اور آخر میں سجدہ سہو کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد حجت نہیں ہے۔ ورنہ آپ ذوالیدین کی بات مان لیتے۔

آمدی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اتنے بڑے مجمع میں صرف ایک شخص نے یہ سوال کیا، اور باقی سب خاموش رہے۔ اس لیے آپ کو یہ خیال گزرا ہوگا کہ ذوالیدین کو شاید وہم ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ نے توقف فرمایا۔ بلکہ خبر واحد میں اگر کوئی ایسی علامت موجود ہو جو یہ بتائے کہ اس خبر میں غلطی کا امکان موجود ہے تو اس میں توقف کرنا بہتر ہے۔ تاہم جب دوسرے لوگوں نے بھی اسکی تصدیق کر دی تو آپ نے اس کو تسلیم کر لیا۔ اور اس کے مطابق عمل کیا۔ یہ بات واضح رہے کہ آپ کا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو تسلیم کرنا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے خبر واحد پر عمل کیا کیونکہ ان کی خبر بھی تواتر کی حد تک نہیں پہنچتی۔

۱۹۔ مخالفین کی طرف سے خبر واحد پر مندرجہ ذیل عقلی اعتراضات بھی کیے گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے، جبکہ فروع احکام میں اس کی صداقت کا ظن موجود ہو، تو رسالت اور اصول احکام میں بھی اس پر عمل کرنا واجب ہونا چاہیے، حالانکہ یہ ممتنع ہے، علماء اصول نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ رسالت اور اصول احکام دلیل قطعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں دلیل ظنی معتبر نہیں۔ اس کے برخلاف فروع احکام دلیل ظنی سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے خبر واحد ان میں معتبر ہے۔ علاوہ ازیں فتویٰ اور شہادت دونوں ظنی ہیں، لیکن ان کو قبول کرنا واجب ہے۔

دوم یہ کہ حقوق، عبادت اور مشقت برداشت کرنے کے معاملہ میں ہر شخص کو ابتداء میں بری الذمہ (ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد) سمجھا گیا ہے۔ یعنی جب تک ذمہ داری کا کوئی ثبوت نہ ہو آدمی ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ حکم قطعی ہے۔ لیکن بعض ذمہ داریاں خبر واحد سے ثابت ہوتی ہیں۔ اور خبر واحد ظنی ہے۔ اس لیے خبر واحد سے ایک قطعی حکم کی مخالفت کیسے جائز ہو سکتی ہے

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ذمہ داری سے بری ہونا انسان کے وجود اور مکلف ہونے سے پہلے قطعی ہے لیکن موجود اور مکلف ہونے کے بعد غیر قطعی ہے بلکہ اس صورت میں کسی نہ کسی ذمہ داری کا احتمال ہمیشہ موجود رہتا ہے گو ہمیں اس کا سبب معلوم نہ ہو۔ اس لیے خبر واحد سے ذمہ داری سے بری ہونے کی مخالفت دلیل ظنی سے دلیل قطعی کو دور کرنا نہیں ہے۔ نیز یہ کہ شریعت نے فتویٰ اور شہادت قبول کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ دونوں چیزیں ظنی ہیں۔ اس لیے یہ اعتراض درست نہیں۔

سوم یہ کہ ایک خبر واحد پر عمل دوسری خبر واحد پر ترک عمل کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ ہر خبر کے ساتھ اس کے مقابلہ میں دوسری خبر ضرور موجود ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک خبر کے مقابلہ میں دوسری خبر سے جو اس کے معارض ہو، استدلال کرنا ممنوع نہیں ہے۔ ورنہ قرآن مجید کے ظاہری احکام اور متواتر احادیث سے استدلال جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر حکم کا ناسخ اور مخصص ضرور موجود ہوتا ہے ورنہ کسی مستنبط اور معارض دلیل سے استدلال کرنا، قاضی کا دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دینا، اور عوام کے لیے مجتہد کا فتویٰ قبول کرنا جائز نہ ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک دلیل کے مقابلہ میں دوسری دلیل ایک گواہی کے مقابلہ میں دوسری گواہی، اور ایک فتویٰ کے مقابلہ میں دوسرے فتویٰ کا ہمیشہ احتمال موجود ہوتا ہے اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ اس لیے یہ اعتراض درست نہیں۔

چہارم یہ کہ خبر واحد کا قبول کرنا اس ایک شخص کی تقلید کرنا ہے جو اس حدیث کی روایت کرتا ہے اس کا اطلاق مجتہد پر بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ مجتہد کے لیے کسی کی تقلید کرنا جائز نہیں جب ایک مجتہد کے لیے دوسرے کی تقلید جائز نہیں تو ایک عام شخص کی تقلید جو مجتہد نہیں ہے کیسے درست ہو سکتی ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد کے معاملہ میں ایک عالم دوسرے کے برابر ہوتا ہے۔ اس لیے ایک کی تقلید دوسرے کے لیے درست نہیں۔ اور نہ ایک کی تقلید دوسرے کے لیے افضل ہے لیکن اس اصول کا اطلاق راوی کے مقابلہ میں مجتہد پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ راوی اور مجتہد علم میں برابر نہیں ہوتے راوی کو جس حدیث کا علم ہے وہ مجتہد کو نہیں۔ اس لیے مجتہد راوی کی تقلید فرض ہے۔

ان دلائل کے خاتمہ پر آمدی نے ایک فیصلہ کن بات کہی ہے وہ یہ کہ خبر واحد کی حجت پر اجماع سے استدلال کی صورت میں بھی اسی قسم کے اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ خبر واحد کی حجیت پر اجماع سے استدلال ظنی دلائل میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ جو لوگ خبر واحد کی حجیت کے مسئلہ کو قطعی مانتے ہیں ان کے پاس ان کا نفی یا اثبات میں کوئی جواب نہیں ہے۔ جو لوگ اس کو ظنی سمجھتے ہیں تو وہ اس قسم کے دلائل کا سہارا لے سکتے ہیں جو ہم نے اوپر بیان کئے۔

خبر واحد کی حجیت کی تائید میں شہادت کو بار بار پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ شہادت ظن پر مبنی ہے، اور شریعت پر معتبر ہے اس لیے خبر واحد کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ مخالفین یہ کہتے ہیں کہ خبر واحد اور شہادت ظنی ہونے میں تو مشترکہ ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان بعض بنیادی فرق ہیں۔

اول یہ کہ شہادت ایسے معاملات میں معتبر سمجھی جاتی ہے جن میں مصالحت جائز ہو۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو خبر دی جائے ان سے مصالحت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلئے شہادت میں مفسدہ یعنی خرابی کا امکان بہت بعید ہے۔ علماء اصول نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ بات معاملات کی جملہ اقسام سے متعلق احادیث کے بارے میں نہیں کی جا سکتی۔ معاملات سے متعلق بعض احادیث ایسی ہیں جن میں صلح جائز ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ شہادت صرف انہی معاملات تک محدود ہے جن میں صلح جائز نہیں ہے۔ لیکن ان میں شہادت دی جاتی ہے۔ جیسے قتل اور نکاح۔

دوم یہ کہ خبر واحد کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے کوئی شرعی حکم ثابت ہو لیکن شہادت سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ، یہ کہنا درست نہیں کہ شہادت سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ قصاص میں قتل کا وجوب، اور چوری کی صورت میں ہاتھ کاٹنا شہادت سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

سوم یہ کہ شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرنا دلیل قطعی یعنی اجماع سے ثابت ہے۔ نیز یہ کہ شہادت شرط ہے حکم کو ابتدائی طور پر ثابت نہیں کرتی۔ لیکن خبر واحد حکم شرعی کو ثابت کرتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خبر واحد اور شہادت میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ شہادت اور خبر واحد دونوں پر عمل کرنے کے لیے کوئی ایسی دلیل ضرور ہونی چاہیے جو موجب عمل ہو۔

۲۱۔ بعض مخالفین خبر واحد کو شہادت پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک خبر واحد کے راوی کم از کم دو ہونا چاہیئے۔ امام شافعی اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ خبر اور شہادت دو مختلف چیزیں ہیں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بعض چیزوں میں دونوں مشترک ہیں اور بعض میں مختلف مثلاً مندرجہ ذیل چیزوں میں دونوں مختلف ہیں۔ حدیث کو ایک مرد یا ایک عورت روایت کر سکتی ہے، لیکن شہادت کے لیے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ حدیث بیان کرتے ہوئے راوی کا سند بیان کرنا ضروری ہے کہ اس نے فلاں سے سنا ہے۔ لیکن شہادت میں لفظ شہادت یا میں نے سنا ہے یا دیکھا ہے وغیرہ کے الفاظ ضروری ہیں۔ احادیث کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع یا قیاس سے استدلال کر کے ان کو قبول کیا جا سکتا ہے، لیکن شہادت میں ایسا نہیں ہے

حدیث کی روایت کے لیے ضروری ہے کہ راوی کو الفاظ بھی یاد ہوں۔ لیکن شہادت میں روایت الفاظ ضروری نہیں۔ عادل کی شہادت قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات حدیث قبول نہیں کی جاتی، مثلاً یہ کہ وہ مدلس ہو۔ یا الفاظ یاد نہ ہوں، یا حدیث کا مفہوم ہی نہ سمجھتا ہو۔ خبر واحد کا حکم سب پر لازم ہوتا ہے، لیکن شہادت دوسروں کے حق میں ہوتی ہے۔ اپنے حق میں نہیں۔ مثلاً شہادت سے دوسرے کو سزا دی جاتی ہے۔ لیکن اس کا اطلاق خود شاہد پر نہیں ہوتا۔ شہادت میں جانبداری کا گمان ہو سکتا ہے لیکن روایت حدیث میں اس کا امکان کم ہوتا ہے۔ تاہم حدیث کی روایت میں جھوٹ کا گمان ہو سکتا ہے اس لیے روایت حدیث کا معیار سخت ہے اور حدیث میں جھوٹ بولنے پر جہنم کی وعید بھی ہے۔

۲۲۔ مختصر یہ کہ خبر واحد کی حجیت قرآن مجید سے، سنت سے، تعامل و آثار صحابہ سے اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور عقل بھی یہ تقاضا کرتی ہے کہ جب ہر ایک واقعہ کے باب میں خبر متواتر اور مشہور نہیں پائی جاتی تو خبر واحد کو قبول کیا جائے گا۔ اگر وہ رد کر دی جائے گی تو سب معاملات معطل ہو جائیں گے۔

خبر واحد کے بارے میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہ مفید علم یقینی ہے یا مفید ظن اور موجب عمل ہے یا نہیں۔ اس بارے میں کئی نظریئے پائے جاتے ہیں۔

اوّل: اگر خبر براہِ راست نبی نے دی ہے تو وہ مفید علم یقینی ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اور اس کی دی ہوئی خبر میں صدق و کذب کا احتمال نہیں ہوتا۔

دوم:۔ اگر کسی عادل شخص نے خبر دی ہے اور اس میں خبر واحد کے وہ تمام شرائط پائے جاتے ہیں جو علماء اصول نے اس کے لیے لگانے میں تو یہ موجب عمل ہے۔ موجب عمل یقینی نہیں اور نہ ہی موجب علم طمانیت ہے۔ جمہور فقہاء کا یہی نقطہ نظر ہے۔ ان کے نزدیک خبر واحد کے ساتھ قرینہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

خبر واحد کے موجب عمل ہونے کے بارے میں دلائل وہی ہیں جو اس کی حجیت کے بارے میں پہلے گزر چکے ہیں، یعنی قرآن مجید کی بعض آیات، احادیث، صحابہ کا عمل اور اجماع۔ اجماع صحابہ کے علاوہ معاملات میں خبر واحد عادل کو قبول کرنے پر پوری امت کا اجماع بھی ہے۔ مثلاً کوئی شخص پانی کی طہارت یا نجاست کے بارے میں خبر دے تو اس کا قبول کرنا سب کے نزدیک درست ہے۔ کوئی شخص یہ خبر دے کہ فلاں شخص نے تمہارے لیے یہ چیز تحفہ میں بھیجی ہے یا مجھے اس چیز کو بیچنے کے لیے وکیل مقرر کیا ہے۔ تو اس خبر کو قبول کرنا سب کے نزدیک صحیح ہے۔

خبر واحد عقلی طور پر بھی موجب عمل ہے، کیونکہ ہر خبر میں صدق و کذب کا احتمال ضرور ہوتا ہے۔

لیکن ایک عادل شخص کی خبر کو اس کے سچا ہونے کی وجہ سے ترجیح دی جاتی ہے تاہم اس میں سہو اور کذب کا احتمال باقی رہتا ہے۔ اسی لیے خبر واحد موجب علم یقینی نہیں ہے ۔لیکن عمل کے واجب ہونے کیلئے علم یقینی ضروری نہیں ہے ۔ ہم قیاس پر محض غالب رائے کو بنیاد پر عمل کرتے ہیں، اس طرح قاضی و حاکم شہادت اور ثبوت کی بنیاد پر فیصلے دیتے ہیں ۔ یہ سب مفید ظن ہیں ۔ موجب علم یقینی نہیں ۔ خبر واحد میں سہو اور کذب کے امکان کے سبب اس سے علم طمانیت اور علم یقینی حاصل نہیں ہوتا ۔ اس خبر سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس میں اس قسم کا اضطراب باقی رہتا ہے ۔اس لیے خبر واحد سے حاصل شدہ علم ظنی ہوتا ہے ۔ اگر اس سے علم یقینی حاصل ہو تو بعض اوقات دو معلوم چیزوں میں تناقض بھی ہو سکتا ہے کیونکہ کبھی دو عادل شخص دو متناقض باتوں کی خبر بھی دے سکتے ہیں ۔ اس طرح اجتماع نقیضین لازم آئیگا۔ اسی لیے امام غزالی نے یہ کہا ہے کہ خبر واحد بالضرورۃ موجب علم یقینی نہیں ہے ۔ کیونکہ ایک ہی وقت میں دو متضاد خبروں کی تصدیق ہم نہیں کر سکتے ۔

سوم :۔ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ خبر واحد نہ موجب علم ہے اور نہ موجب عمل دین میں خبر واحد کا کوئی مقام نہیں ۔منکرین کے دو فریق ہیں ۔ ایک فریق عقلی طور پر اس کا منکر ہے ۔ یہ جبائی اور متکلمین کا ایک گروہ ہے ۔ دوسرا سمعی طور پر اس کا انکار کرتا ہے ، یہ قاشانی ، ابن داؤد اور روافض ہیں۔ جو عقلی طور پر اس کے منکر ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے ۔اس کو دلیل قطعی یعنی علم یقینی کو چھوڑ کر دلیل ظنی پر اپنی شریعت کی بنیاد رکھنے کی کیا ضرورت تھی ؟ اگر کوئی شخص کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس میں قتل کی سزا کا حکم ہو ۔ یا کسی عورت کے حلال ہونے کا حکم ہو ۔ اور بعد میں وہ جھوٹی ثابت ہو تو ان کی تلافی نہیں ہو سکتی ، حالانکہ قتل اور نکاح میں حلت و حرمت تو شارع کے حکم سے ثابت ہیں ۔ اس صورت میں شارع کے احکام کی بنیاد جہالت اور توہم پر سمجھی جائے گی ۔ اس لیے جب تک شارع کا حکم واضح اور یقینی طور پر ہمیں معلوم نہ ہو اس وقت تک اس کو نقل نہیں کرنا چاہیئے ۔ تاہم یہ فریق معاملات میں خبر واحد کی حجیت کو تسلیم کرتا ہے ۔ان کی دلیل یہ ہے کہ حقوق اللہ میں تو خبر واحد قبول نہیں کی جاسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ضرورت اور عجز سے پاک ہے ۔تاہم حقوق العباد یعنی معاملات میں بندے اپنے ہر حق کو شک و شبہ سے بالاتر ہو کر اور قطعی اور یقینی طور پر ظاہر نہیں کر سکتے ۔ اگر معاملات میں بھی خبر واحد کا دروازہ بند کر دیا جائے تو دنیا کے کاروبار میں رکاوٹ پڑ جائے ۔ اس لیے ضرورت کی بنا پر معاملات میں خبر واحد پر اعتماد کرتے ہیں ۔

جو لوگ سمعی طور پر خبر واحد کے موجب علم و عمل ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی یہ آیات